www.KitaboSunnat.com

ماہر قاری ہونے کے ساتھ ساتھ مستند عالم دین بننے کے لئے

کُلِّیَۃُ الْقُرآنِ وَالْعُلُومِ الْاِسْلَامِیَۃِ

جامعہ لاہور الاسلامیہ نے "علوم قرآن" کی اعلیٰ معیار پر اشاعت و ترویج کے سلسلہ میں ایک اہم منصوبہ بنام کلیہ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیہ عرصہ چار سال سے جاری کیا ہوا ہے۔ جس میں وفاق المدارس السلفیہ کے نصاب میں کچھ ترمیم کر کے مدینہ یونیورسٹی کے تجوید و قرآءات کے نصاب کا اضافہ کیا گیا ہے۔

موجودہ درس گاہیں

ہمارے ہاں تجوید و قرآءات کی مخصوص درس گاہیں تھوڑی مدت کے کورس رکھنے کی وجہ سے دیگر علومِ شرعیہ اور عربی زبان کی تعلیم کا معیاری انتظام نہیں کر سکتیں۔ جن کی بنا پر قاری غیر عالم کا تصور پیدا ہو کر "قاریِ قرآن" کی اہمیت کم ہو گئی ہے۔ دوسری طرف فقہ و فلسفہ پر زیادہ زور دینے والی درس گاہیں علومِ قرآن (تجوید و قرآءات وغیرہ) سے محروم رہ گئیں۔ یہی وہ خلا تھا جس کی وجہ سے امام عاصمؒ کی "روایتِ حفص" (جو برِّصغیر پاک و ہند میں رائج ہے) کو ہی قرآن کریم کی واحد تلاوت قرار دینے کی جسارت کی جاتی ہے۔ جو در حقیقت مستشرقین کے غلط نظریات کی خوشہ چینی ہے۔ حالانکہ قرآن پر برصغیر کی اجارہ داری نہیں۔ بلکہ دوسرے علاقوں میں مروّج متواتر قراءتوں کو بھی وہی حیثیت حاصل ہے جو روایتِ حفص کو ہے۔

کلّیہ کی خصوصیت

الحمدللہ! کلیہ ہذا اپنے نصاب اور طرزِ تعلیم کے اعتبار سے پاکستان بھر میں ایک مثالی درس گاہ کی حیثیت رکھتا ہے، جس کا فارغ التحصیل تجوید قرآءات (سبعہ و عشرہ) کا ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ علومِ شرعیہ و عربیہ کا مستند عالم دین بھی ہو گا۔ ان شاء اللہ

نیز فاضل عربی و عصری علوم (میٹرک تابی-اے) کی تیاری مذکورہ خصوصیت پر مستزاد ہیں۔

اساتذہ کلیہ

کلیہ کو سعودی یونیورسٹیوں کے فاضل علماء اور قراء کے علاوہ ملک کے مشہور و معروف قاری حضرات کی خدمات حاصل ہیں جن میں قاری حبیب الرحمٰن ثمر عرف قاری کے۔ ٹی صاحب، قاری دلاور شاہ صاحب، قاری گل محمد صاحب، قاری احمد یار صاحب، قاری عبدالرزاق صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔

قاری محمد ابراہیم میر محمدی (پرنسپل کلیہ ہذا)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقالات — پروفیسر طیب شاہین لودھی

"الصّحابة کلّهم عدول"

صحابہ کرامؓ کے اوصاف اور دینی مرتبہ

اللہ تعالیٰ جب کبھی کوئی نبی یا رسول مبعوث فرماتا ہے تو اسے انتہائی مخلص، ایثار شعار اور جاں نثار ساتھی عطا فرماتا ہے جو رسول کی تربیت اور زمانے کی ابتلاء اور آزمائش کی بھٹی سے کندن بن کر نکلتے ہیں۔ جو ہر مشکل وقت اور مصیبت میں رسول کا ساتھ دیتے ہیں۔ رسول کی اعانت اور نصرت میں اپنی جان، اپنا مال اور اپنا تمام سرمایۂ حیات اللہ کی خاطر، اللہ کے رسول کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں۔ نبی کی تائید اور مدفعت میں اپنا وطن، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ اور خود اپنی جان تک قربان کردیتے ہیں اور ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نبی کو ہر قسم کی صلاحیت بدرجہ اَتم عطا کرکے مبعوث فرماتا ہے، اس کا فہم و فراست ثاقب اور اس کی بصیرت زماں و مکان کے پار جھانکتی ہے۔ اس کی مردم شناسی خطا سے مبرا اور اس کا انتخاب انتہائی صائب ہوتا ہے۔ تب نبی کے منتخب کردہ افراد اس کی تربیت اور صحبتِ خاصہ اور باطل کے خلاف کشمکش اور آزمائشوں کے جاں گسل دور سے گزرنے کے بعد اپنی سیرت و کردار میں نبی کا پَرتو بن جاتے ہیں۔ ان میں سے جو کوئی جس قدر نبی کے قریب ہوتا ہے اسی قدر اس کی سیرت و کردار کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ نبی اپنے ساتھی منتخب کرنے میں غلطی نہیں کرسکتا۔

صحابی کی تعریف

لغت کے اعتبار سے صَحِبَہٗ صُحْبَةً وَصِحَابَةً وَصَحَابَةً وَصَاحَبَهٗ مُصَاحَبَةً کا معنی ساتھی ہونا۔ دوستی کرنا اور ایک ساتھ زندگی بسر کرنا ہے۔ صاحب کا معنی ہے ساتھی، ایک ساتھ زندگی بسر کرنے والا، اس کی جمع صَحْبٌ، أَصْحَابٌ صَحَبَةٌ صِحَابٌ صِحَابَةٌ صُحَابَةٌ صُحْبَانٌ اور اَصَاحِیبُ آتی ہے۔ (۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی اصطلاح میں جمہور محدثین اور علمائے اصول حدیث کے نزدیک "صحابی" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو حالتِ اسلام اور رسول ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا ہو اور پھر اسلام ہی پر اس نے وفات پائی ہو[۲] خواہ یہ صحبت طویل نہ ہو اور خواہ اس نے آپ ﷺ سے کوئی حدیث نہ سنی ہو۔ امام بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، ابو زرعہؒ، ابن عبدالبرؒ، ابو عبداللہ حاکمؒ، ابن الصلاحؒ، نوویؒ، عراقیؒ، ابن کثیرؒ، اور ابن حجر عسقلانیؒ اور جمہور محدثین شرفِ صحابیت کے اطلاق کے لئے مجرد زیارتِ نبوی کو کافی قرار دیتے ہیں۔[۳]

بعض علمائے اصول کے نزدیک کسی شخص پر صحابیت کا اطلاق اس وقت تک نہ ہوگا جب تک کہ اس نے کچھ عرصہ آپ ﷺ کی صحبت میں نہ گزارا ہو اور آپ ﷺ سے ایک یا دو احادیث روایت نہ کی ہوں۔ حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک صحابی نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اسے ایک یا دو سال تک رسول اللہ ﷺ کی صحبتِ طیبہ کا شرف حاصل نہ ہوا ہو اور جب تک کہ وہ ایک یا زیادہ غزوات میں آپ ﷺ کے ہمرکاب نہ رہا ہو[۴] ان حضرات کی دلیل وہ روایت ہے جو امام مسلمؒ نے امام ابو زرعہؒ کی موجودگی میں روایت کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کوئی صحابی دنیا میں موجود ہے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا "اعراب میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے مگر ایسے حضرات جنہیں آپ ﷺ کی صحبت حاصل رہی ہو اب میرے سوا کوئی موجود نہیں۔"[۵]

یہاں صحبتِ خاصہ کا ذکر ہے اور ظاہر ہے یہ بہت بڑی فضیلت ہے مگر حالتِ اسلام میں آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونا، آپ ﷺ سے ہمکلام ہونا، آپ ﷺ کے دست مبارک یا جسد اطہر کے کسی حصہ کو چھو لینا، آپ ﷺ کا ایسے شخص کو شفقت کی نظر سے دیکھ لینا بھی کوئی معمولی شرف نہیں۔ آپ ﷺ کے زمانے کے اہل ایمان بعد میں آنے والے لوگوں سے فضیلت کے اعتبار سے بڑھے ہوئے ہیں۔ نیز یہ اس وقت کی بات ہے جب استقراء کے بعد اصولِ حدیث کی اصطلاحات ابھی وضع نہیں ہوئی تھیں۔ اور غالباً حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث بھی نہ ہوگی، جسے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور بعد کے زمانے میں جمہور محدثین خصوصاً امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ اور صحابیت کی تعریف کے بارے میں اس سے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا، لوگ جہاد کریں گے، ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل رہا ہو، وہ جواب دیں گے "ہاں!" پس ان کو فتح حاصل ہوگی۔ پھر ایک زمانہ آئے گا اور لوگ جہاد کریں گے، ان سے کہا جائے گا کیا تم میں کوئی شخص ہے جسے اصحاب رسول ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل رہا ہو۔ جواب ہوگا "ہاں!" پس ان کو فتح حاصل ہوگی۔ پھر ایک زمانہ آئے گا اور لوگ جہاد کریں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جسے اصحابِ صحابہ کی صحبت کا شرف رہا ہو؟ وہ کہیں گے "ہاں" پس ان کو فتح حاصل ہوگی۔" (٦)

امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصینؓ کے حوالے سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم قال عمران فلا أدری أذکر بعد قرنه قرنین أوثلاثا ـــــ ثم ان بعدکم قوما یشهدون ولا یستشهدون و یخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یفون و یظهر فیهم السمن

"میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر ان کے بعد آنے والے، اور پھر ان کے بعد آنے والے ـــــ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا ـــــ پھر اس کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہ کی گئی ہوگی۔ وہ خیانت کریں گے حالانکہ ان کو امین نہ بنایا گیا ہوگا۔ وہ نذریں مانیں گے مگر پوری نہ کریں گے۔ ان پر موٹاپا غلبہ پالے گا۔" (٧)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم

"بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر ان کے بعد آنے والے اور پھر ان کے بعد آنے والے۔" (٨)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تسبوا أصحابی فلو ان احدکم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مدّ أحدهم ولا نصیفه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"میرے صحابہ کو گالی مت دو کیونکہ تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو ان کے ایک مد اور نصف مد کی برابری کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔" (۹)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان نفوسِ قدسیہ کو اس طرح مخاطب فرمایا: (۱۰)

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ﴾

"اور اس طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔"

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ ﴾

"تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے برپا کی گئی ہے، تم نیکیوں کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔" (۱۱)

واضح رہے کہ اگرچہ یہ دونوں آیاتِ کریمہ تمام اہل ایمان کے لئے عام ہیں، تاہم اس کے اولین مخاطب صحابہ کرام ہیں اور وہی ان آیات کے بہترین مصداق ہیں۔

"وسط" عربی میں واحد و جمع اور مذکر و مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی بہترین اور معتدل کے ہیں۔ شہادتِ حق کا فریضہ بھی ہمیشہ بہترین لوگ ہی ادا کرتے ہیں۔ آیت کے فحویٰ سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہے کہ صحابہ کرام اور بالتبع تمام امتِ محمدیہ کے بارے میں خبر کے پیرایہ میں بتایا جارہا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ان کے لئے تلقین نہیں بلکہ ان کی مدح و ثنا کے طور پر خبر دی جارہی ہے کہ وہ یہ فریضہ ادا کرنے کے خوگر ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔ یہ نکتہ ذہن نشین رہے۔ سو یہ کام کرنے والے ہی بہترین امت میں سے ہونے کے حق دار ہوں گے۔

عدالتِ صحابہ

تمام محدثین و فقہاء اس اصول پر متفق ہیں: "الصحابة کلّهم عدول" یعنی تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔ اور روایتِ حدیث میں قابل اعتبار ہیں۔

عدالت، لغتِ عرب میں ایک وسیع معانی و مفاہیم رکھنے والا لفظ ہے۔ چنانچہ "لسانُ العرب" میں مرقوم ہے "العدل: ما قام في النفوس انه مستقیم" (یعنی جس کی درستگی لوگوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہنوں میں ہو) [۱۲] اور یہ ظلم اور جور کی ضد ہے۔ دوسرا مفہوم قرآن مجید میں یوں آتا ہے: ﴿ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا ﴾ "جب تم بات کرو تو انصاف کی بات کرو" [۱۳] یعنی درست بات کرو۔ تیسرا مفہوم برابری اور فدیہ کا ہے ﴿ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ ﴾ "اس سے کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا" [۱۴] چوتھا مفہوم شرک کا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴾ "پھر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں" [۱۵] اس کا پانچواں معنی درست، متناسب اور معتدل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ﴾ "اس نے تجھے پیدا کیا، پھر نک سک سے برابر کیا، پھر متناسب اور درست کیا" [۱۶]

سنتِ رسول ﷺ راویانِ حدیث کے توسط سے ہم تک پہنچی ہے، اس لئے اصولِ حدیث اور فنِ حدیث کے ماہرین نے ان راویوں سے حدیث قبول کرنے کے لئے متعدد شرائط مقرر کر رکھی ہیں۔ جن میں سے دو شرائط قبولیتِ حدیث کے لئے ائمہ حدیث کے نزدیک اساسی حیثیت رکھتی ہیں جن کا تعلق براہِ راست راوی کی ذات اور اس کے احوال سے ہے۔

۱۔ عدالت ۲۔ ضبط

شرعی اصطلاح میں عدالت محظورات سے اجتناب کے ذریعے راہِ حق پر استقامت سے تعبیر ہے۔ ائمہ حدیث کے نزدیک درج ذیل صفات راوی میں عدالت کو متحقق کرتی ہیں۔

۱۔ راوی کا مسلمان ہونا۔ ۲۔ راوی کا عاقل ہونا۔ ۳۔ روایتِ حدیث کے وقت راوی کا بالغ ہونا۔ ۴۔ راوی کا تمام اسبابِ فسق سے بچنا۔ یعنی کبائر سے اجتناب کرنا اور صغائر پر مُصر نہ ہونا۔

یعنی مجموعی طور پر اس میں بھلائی غالب ہو۔ راوی خلافِ مروّت افعالِ خسیسہ سے پرہیز کرتا ہو۔ مثلاً بازاروں چلتے پھرتے کھانا پینا، شارعِ عام پر پیشاب کرنا، رذیل اور بدقماش لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا، زبان کو گالی گلوچ سے ملوث کرنا اور مزاج میں افراط سے کام لینا۔

"ضبط" سے مراد ہے کہ عادل راوی رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کو نظم کلام کے مطابق اپنے سینے یا اپنی کتاب اور صحیفے میں محفوظ رکھنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

انسانی سیرت میں عدالت ایک ایسا رویہ ہے جو تعمیر شخصیت اور اسلامی تربیت کے ذریعے مسلم فرد میں اُجاگر ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر وہ ہر اس اَمر سے اجتناب کرتا ہے جو اسلام کے حوالے سے اس کی شخصیت میں قبیح نقص پیدا کرے۔ کسی راوی کی عدالت ہمیں دو ذریعوں سے معلوم ہوتی ہے: [۱۷]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اول: راوی کے ہم عصر معتمد علمائے فن حدیث اس کو عادل قرار دیں یعنی وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اس میں ایسا کوئی اَمر نہیں پایا گیا جو اس کی عدالت کے منافی ہو۔

ثانی: راوی کی عدالت تواتر سے ثابت ہو اور اہل علم میں اس کی عدالت شہرت رکھتی ہو اور اہل علم اس کے بارے میں کلمہ خیر ہی کہتے ہوں۔ ایسے راوی کی تعدیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ جیسے ائمہ اربعہ، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور اوزاعی وغیرہم

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں، تو اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور آپ ﷺ کے احکام بیان کرنے میں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ایسے امور کے مرتکب ہوئے جو عدالت کے منافی ہیں۔ استقراء سے بھی یہ حدیث واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس کی مشاجرت اور بعض معاملات میں شکر رنجی کے باوجود انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف، رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرکے کبھی کوئی جھوٹی حدیث روایت نہیں کی۔

کسی راوی کو عادل قرار دینے کے لئے علماء ایک یا دو اہل علم کی تعدیل کو کافی قرار دیتے ہیں۔ اور اس کی روایت کو قبول کرلیتے ہیں۔ تب ان راویوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کی تعدیل خود اللہ تعالیٰ نے ایک نہیں، بیسیوں آیات میں نہایت زوردار اور بلیغ انداز میں کی ہو۔ لہٰذا ائمہ فنِ حدیث و فقہ اس امر پر متفق ہیں کہ کسی راوی کے صحابی ثابت ہو جانے کے بعد اس کے بارے میں قرآن کی تعدیل کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ۔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (۱۸)

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے بڑے سخت اور آپس میں رحمدل ہیں، تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ خدا کے آگے جھکے ہوئے اور سربسجود رہتے ہیں۔ کثرتِ سجود سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی یہی صفات تورات میں مرقوم ہیں اور ان کی یہی صفات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجیل میں لکھی ہوئی ہیں، اس کھیتی کی مانند جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوگئی پھر اپنی شاخ پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور کھیتی اُگانے والوں کو خوش کرنے لگی تاکہ کفار ان سے جلیں، وہ لوگ جو اُن میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت اور بہت بڑے اَجر کا وعدہ کر رکھا ہے"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾ (۱۹)

"اور ان محتاج مہاجرین کے لئے جن کو ان کے گھربار سے نکال دیا گیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے فضل کے طلب گار ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ (ایمان لانے میں) سچے ہیں۔"

اس سے اگلی آیت میں انصار کی مدح کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ (۲۰)

"اور ان لوگوں کے لئے بھی جو مہاجرین سے پہلے ہجرت کے گھر میں مقیم اور ایمان میں مستقل رہے، جو کوئی ہجرت کرکے ان کے پاس آتا ہے، وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا ہے اس سے اپنے دل میں کوئی خلش نہیں اور وہ اُن کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ وہ خود ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں"

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر ہجرت کی اور انصار نے محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے ہجرت کرکے آنے والوں کو پناہ دی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور ان کو ان الفاظ میں اپنی رضا اور خوشنودی کی سند عطا کی:

﴿ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ (۲۱)

"جنہوں نے سبقت کی اور پہلے ایمان لائے، مہاجرین اور انصار میں سے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ لوگ جنہوں نے بھلائی میں ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اس نے ان کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور خوشنودی کی سند ان تمام صحابہ کو عطا فرمائی جنہوں نے صلح حدیبیہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور زندگی کے آخری لمحات تک آپ ﷺ کا ساتھ دینے کا عہد کیا اور پھر اسے سچ کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے۔

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ (۲۲)

"اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ جو (صدق و خلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا۔ پس اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور ان کو جلد فتح سے نوازا۔"

اللہ تعالیٰ کی رضا کا پروانہ بہت بڑا پروانہ ہے۔ انسانوں کی تعدیل اس کے سامنے ہیچ ہے۔ یہی بندۂ مومن کے جہادِ زندگانی کا مقصد، یہی اس کا مطلوب و مقصود اور یہی اس کی سعی کا ماحصل ہے خود اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر ثواب سے بڑھ کر اور ہر اجر سے افضل قرار دیا ہے:

﴿ وَعَدَ اللهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ أَكْبَرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (۲۳)

"اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے جنتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں اچھے مسکنوں کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ کی رضا تو سب سے بڑھ کر ہے۔ یہ بڑی کامیابی ہے"

اللہ کے دین کی خاطر ہجرت کرنے اور اس کے رستے میں جہاد کرنے والے اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴾ (۲۴)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے رستے میں اپنے مال اور جان کے ذریعے جہاد کیا، درجہ میں اللہ کے ہاں سب سے بڑے ہیں یہی لوگ درحقیقت کامیاب ہیں، ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضا کی خوشخبری دیتا ہے اور جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتیں ہوں گی"

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام کو خیر و فلاح اور فوزِ عظیم کی سند سے سرفراز فرمایا:

﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (۲۵)

"مگر رسول اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ اہل ایمان ہیں، انہوں نے اپنے مال اور اپنی جان کے ذریعے جہاد کیا اور انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ فلاح یاب ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ (۲۶)

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور انہوں نے اللہ کے رستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے (ان ہجرت کرنے والوں کو) پناہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ حقیقی مومن ہیں، ان کے لئے مغفرت اور اچھا رزق ہے"

مکہ مکرمہ سے ہجرتِ عامہ کے بعد ہجرت کرنے والوں کے لئے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ﴾ (۲۷)

"اور وہ لوگ جو بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا، وہ بھی تم ہی میں سے ہیں"

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی پکار پر اپنا گھربار چھوڑ دینے اور ہجرت کرنے کو ایمان کی سچائی کا معیار قرار دیا ہے۔ صرف ہجرت کرنے والوں کو اور انصار کو ایک دوسرے کا سرپرست قرار دیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ﴾ (۲۸)

"بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی، پھر اللہ کے رستے میں اپنے مال اور جان کے ذریعے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان ہجرت کرنے والوں کو پناہ دی اور ان کی مدد کی، یہی ایک دوسرے کے دوست اور سرپرست ہیں۔ وہ لوگ جو ایمان لائے مگر انہوں نے ہجرت نہ کی تو تمہارا ان کی سرپرستی سے کوئی سروکار نہیں، جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں"

ہجرت ایک کسوٹی ہے جو ایمان اور نفاق کو الگ کر دیتی ہے۔ یقیناً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنا گھربار، اپنا وطن اور اپنے عزیز و اقارب چھوڑنا بہت بڑی فضیلت ہے۔ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کا قلب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے لبریز ہو۔ یہ بہت بڑی آزمائش ہے۔ جنہوں نے اپنے گھربار چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، یہ وہ لوگ نہ تھے جو سہولتیں اور آسائشیں تلاش کرنے کے لئے مدینے گئے تھے۔ ان میں اکثر تو ایسے لوگ تھے جو لُٹ پٹ کر گرتے پڑتے بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ پہنچے۔ مدینہ پہنچ کر انہیں باغات اور محلات الاٹ نہیں ہو گئے بلکہ وہاں تو انہیں بھوک اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں بھی اکثریت ان لوگوں کی تھی جو بھوک سے نڈھال مسجد نبوی میں ایک چبوترے پر بیٹھے حصولِ علم میں مشغول رہتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ کرکے رسول اللہ ﷺ نے ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا "یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی" (۲۹) ایسا کون سا منافق ہے جو اپنا وطن، آسائش اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر شہادت گاہِ اُلفت میں قدم رکھتا ہے۔ منافق تو صرف مفادات کی طرف لپکتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اس غلط فہمی میں اپنا گھربار چھوڑ کر مدینہ پہنچ گیا کہ دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہوں گی، محلات اور باغات ہوں گے تو وہ وہیں سے اُلٹے پاؤں لوٹ گیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت کا مستحق ٹھہرا۔ (۳۰)

انسان جس دھرتی پر جنم لیتا ہے، وہ اسے فطری طور پر بہت پیاری ہوتی ہے۔ مکہ مکرمہ کی سر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین بھی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت عزیز تھی۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اس محبوب خطۂ سرزمین کو چھوڑ دیا۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ پہنچ کر مکہ مکرمہ کو یاد کرکے اس کی جدائی میں اشعار پڑھا کرتے تھے۔ محدثین و مورخین نے ان حضرات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور بعض نے وہ اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ [۳۱]

ذرا وہ منظر، چشم تصور میں لائیے جب رسول اللہ ﷺ اپنے محبوب وطن اور اپنے محبوب شہر کو محض اللہ کے حکم پر ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ رہے تھے۔ آپ ﷺ بچپن میں اس کی گلیوں میں کھیلے تھے۔ آپ ﷺ نے اس شہر میں اپنی پاکیزہ جوانی کے شب و روز بسر کئے۔ بیت اللہ میں آپ ﷺ کے سجدوں کے نشان رقم تھے ـــــ اس وقت آپ ﷺ کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی، جب آپ ﷺ اس شہر سے بچھڑتے وقت بیت اللہ سے مخاطب ہوکر فرما رہے تھے: وما فی الارض بلد احب الی منک و ماخرجت عنک رغبة ولکن الذین کفروا اخرجونی "اے سرزمین مکہ! روئے زمین پر تجھ سے زیادہ مجھے کوئی خطۂ زمین محبوب نہیں میں اپنی مرضی سے تجھے چھوڑ کر نہیں جارہا بلکہ کافر مجھے یہاں سے نکال رہے ہیں" [۳۲] ہجرت کے وقت اپنا وطن چھوڑتے ہوئے یہ قلبی کیفیت اس عظیم اور مقدس ہستی کی ہے جو سراپا عزیمت تھی۔ تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے وطن کو چھوڑتے وقت کیا حال ہوگا۔ ایک کامل اور سچے ایمان والا شخص ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنا وطن چھوڑ سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو لوگوں کے لئے مثال قرار دیا اور لوگوں کی ہدایت کو ان کی مانند ایمان لانے سے مشروط رکھا اور ان کے ایمان کو معیار قرار دیا۔ فرمایا:

﴿ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾

"اگر وہ ایسے ہی ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لائے ہو تو انہوں نے ہدایت پالی" [۳۳]

حقیقت یہ ہے کہ ہجرت ایک ایسا معیار ہے کہ کوئی شخص جو اپنے دل میں رائی بھر بھی نفاق چھپائے ہوئے ہو، اس پر پورا نہیں اتر سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس معیار کی انتہائی بلندی پر تھے۔ ایمان ان کو بے حد محبوب تھا۔ کفر و عصیان سے ان کو سخت نفرت تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر خاص فضل تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴾ (۳۴)

"اور جان رکھو تمہارے اندر اللہ کا رسول ﷺ موجود ہے۔ اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہارے پیچھے لگے تو تم ہی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب اور تمہارے دلوں میں اسے آراستہ کر دیا ہے۔ کفر، فسق اور نافرمانی کو تمہارے لئے ناپسند بنا دیا ہے اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایمان کے محبوب ہونے اور ان کے دلوں کے ایمان سے آراستہ ہونے کی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی سند ہے۔ ابتلاؤں اور آزمائشوں سے ان کے ایمان کی زینت و آرائش دھندلائی نہیں بلکہ اس میں اور زیادہ چمک اور حسن پیدا ہوا ہے۔ ان کے ایمان کے حسن پر خود اللہ تعالیٰ شاہد ہے۔ ان کے ایمان کے حسن میں اضافے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَمَّا رَاَى الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴾ (۳۵)

"جب مومنوں نے (مدینہ پر چڑھائی کرنے والی) فوجیں دیکھیں تو بول اٹھے: یہ وہی ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کیا تھا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا تھا (فوجوں کے اس اکھٹے) کچھ نہ کیا، سوائے اس کے کہ ان کا ایمان اور اطاعت اور بڑھ گئی"

اللہ تعالیٰ کے اس پروانۂ ایمان کے بعد ان کو اپنی تعدیل اور ایمان کے لئے کون سے تصدیق نامے کی ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ (۳۶)

"اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی عام عورت کی مانند نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو۔ لہٰذا تم دھیمی (خوبصورت) آواز میں بات نہ کیا کرو کہ کوئی ایسا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص جس کے دل میں بیماری ہے، لالچ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اور معروف بات کہو اور اپنے گھر میں ٹِک کر رہو اور جاہلیتِ اولیٰ کے سے بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو۔ نماز قائم کرو، زکوۃ دیتی رہو، اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، اللہ تو یہ چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ وہ تم سے گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب اچھی طرح پاک کردے"

آیت مذکورہ کے الفاظ سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ اہلِ بیت کو پاک کردیا گیا ہے۔ یہاں ماضی کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ بقول مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی[۴۷] "یہاں تو اہل بیت کو نصیحت کی گئی ہے کہ تم فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو اس لئے کہ اللہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے بالفاظ دیگر مطلب یہ ہے کہ تم فلاں رویہ اختیار کرو گے تو پاکیزگی کی نعمت تمہیں نصیب ہوگی، ورنہ نہیں" ــــــ بس یہ ہے اس آیت کا مفہوم۔ مگر بعض حضرات نے اس آیت کی بنیاد پر اہل بیت میں سے بعض مخصوص اصحاب رضی اللہ عنہم کی اولاد میں پوری بارہ نسلوں کو معصوم قرار دے ڈالا جو کہ بلاواسطہ اس آیت کے مصداق ہی نہیں۔ مگر بُرا ہو تعصب، بے انصافی اور علم کے نام پر علمی دھاندلی کا کہ قرآن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی توثیق، ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اور جنت کی سند عطا ہونے کے باوجود مختلف مذہبی محفلوں میں انہیں برسرعام منافق اور ایمان سے محروم کہا جارہا ہے۔ اور پھر دعوت دی جاتی ہے اتحاد بین المسلمین کی۔ یہ اتحاد کی کون سی قسم ہے جس کے ذریعے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو منافق کہا جائے جنہوں نے ہم تک قرآن اور دین پہنچایا۔ عجیب ستم ظریفی ہے۔ ان کا پہنچایا ہوا قرآن ہم روز تلاوت کرتے ہیں اور پھر انہی کو ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں۔

اُحد کے میدان میں مسلمانوں کو بہت بڑا جانی نقصان اُٹھانا پڑا۔ خود رسول اللہ ﷺ بھی زخمی ہوگئے تھے۔ مسلمان مکمل طور پر تباہ ہوتے ہوتے بچ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ بہت بڑے جرنیل تھے۔ انہیں مابعدِ حرب اثرات کا پورا ادراک تھا۔ ادھر ابوسفیان نے رستے میں جنگ کے نتائج پر غور کیا تو اس کو اس حقیقت کا احساس ہوگیا کہ وہ محض ادھوری فتح کے ساتھ مکہ واپس جارہا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد واپس پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو بھی پہنچ گئی۔ آپ ﷺ نے کفار کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا۔ اس جنگی حکمت عملی سے دو فائدے حاصل کرنا مقصود تھے۔

اول: دشمن کو دہشت زدہ اور ششدر کرنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثانی: مسلمانوں کے حوصلے (مورال) کو بلند رکھنا۔ جس پر مسلمانوں کے نقصان کی وجہ سے منفی اثر پڑا تھا یہ انتہائی مشکل وقت تھا۔ بیشتر مسلمان زخم خوردہ تھے ستر سے زیادہ صحابہ شہید ہوچکے تھے [۳۸] جن میں اسلامی فوج کے بعض اہم جرنیل بھی شامل تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کفار کے تعاقب کا منصوبہ رکھا تو اس کٹھن گھڑی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (علیہم رضوان اللہ ورحمتہ) نے بغیر کسی ذرہ بھر تذبذب کے سرِ اطاعت خم کردیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان نفوسِ زکیہ کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴾ [۳۹]

”جن لوگوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی آواز پر لبیک کہی، اس کے باوجود کہ وہ زخم خوردہ تھے۔ ان میں سے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نیک کام کئے اور تقویٰ اختیار کیا، اجرِ عظیم ہے۔ وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ انہوں نے تمہارے لئے لوگوں کو اکٹھا کرلیا لہٰذا ان سے ڈرو۔ مگر ان کا ایمان اور بھی زیادہ ہوگیا اور وہ بول اُٹھے کہ ہمیں اللہ کافی ہے وہ بہترین کارساز ہے۔ پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے اور ان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف بھی نہ پہنچی۔ انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے“

امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عروۃ بن زبیر سے بطور خاص فرمایا: ”اس تعاقب میں تمہارے دونوں بابا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شامل تھے“ [۴۰]

محولہ بالا آیات نیز اس کے علاوہ اور بہت سی آیات صحابہ کرام کی تعدیل اور توثیق کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ ان حضرات کی توثیق کرے جن کے ذریعے قرآن اور دین آئندہ نسلوں کو منتقل کیا جانا تھا۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناقابلِ اعتماد ٹھہرا دیا جائے تو قرآن سمیت پورا دین ناقابل اعتبار قرار پائے گا۔

بعض علماء تعدیلِ صحابہ کے اصول میں سے ان حضرات کو مستثنیٰ کرتے ہیں جن کے فسق پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل قائم ہو چکی ہو۔ محدثین اگرچہ "الصحابة كلهم عدول" کے اصول کو علی الاطلاق تسلیم کرتے ہیں تاہم وہ بھی اس اصول میں سے ایک دو افراد کو مستثنیٰ کرتے ہیں اور اس اصول کا اطلاق کرتے ہوئے ایک آدھ شاذ اور نادر مثال کو نظر انداز کر دیتے ہیں، صحابہ کے احوال میں کتابیں تصنیف کرنے والے حضرات نے ایسے لوگوں میں ولید بن عقبہؓ بن ابی معیط اور بسر بن ابی ارطاۃ کا ذکر کیا ہے۔ (۴۱) مذکور بالا دونوں حضرات سے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے کوئی حدیث روایت نہیں کی اِصحابِ سُنن میں سے صرف امام ابوداؤد نے ولید بن عقبہؓ بن ابی معیط سے صرف ایک حدیث متابعت کے لئے اور بسر بن ابی ارطاۃ سے دُو احادیث روایت کی ہیں۔ (۴۲)

صحابہ کی مشاجرت میں مسلکِ اعتدال

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد خصوصاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سانحہ پر، کچھ غلط فہمیوں کے باعث بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین مشاجرت اور شکر رنجی پیدا ہوئی۔ اس سلسلہ میں انتہائی محتاط اور قرینِ اعتدال مسلک یہ ہے کہ ان کی مشاجرت کے مسئلہ میں خاموش رہا جائے کسی صحابی کے بارے میں سوءِ ظن، طعن و تشنیع، سبّ و شتم او تحقیرو تذلیل کے نازیبا الفاظ سے گریز کیا جائے۔

جرح و تعدیل کے حوالے سے محدثینِ کرام حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انحراف کرنے والوں اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے انحراف کرنے والوں سے مساوی سلوک کرتے ہیں۔ وہ جس طرح رفض و تشیع میں غلو کو بُرا سمجھتے ہیں اس طرح وہ نَصب کو بھی بُرا خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک رفض سے مراد ہے: حبّ علی رضی اللہ عنہ میں مبالغہ اور اُنہیں حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینا۔ ان دونوں کو منافق کہنا اور انہیں اور دیگر صحابہ کرام کو سبّ و شتم کا نشانہ بنانا۔ اور نصب سے مراد ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بُغض رکھنا اور ان کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرنا۔ (۴۳) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں اس اصول کی تصریح کی ہے کہ محدثین نے جرح و تعدیل کے حکم میں دونوں قسم کے لوگوں کو ایک ہی مقام پر رکھا ہے۔ (۴۴)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر و تفسیق درحقیقت ان بہت سی آیات قرآن کی تکذیب ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا پروانہ عطا کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، وہ اپنی لازوال کتاب میں ایسے لوگوں کو اپنی رضا کی سند کیونکر عطا کر سکتا ہے، جن کے بارے میں اسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہے کہ وہ درحقیقت کافر اور منافق ہیں۔ ان کو منافق کہنا اور ان کے بارے میں دیگر نازیبا الفاظ استعمال کرنا رسالت اور قرآن کی توہین ہے۔ اور بالواسطہ نبی اکرم ﷺ کو مردم شناسی اور بصیرت سے عاری اور آپ ﷺ کی صحبت اور تربیت کو بے فیض قرار دینا ہے اور جس شخص کے دل کے کسی کونے کھدرے میں اگر رتی بھر بھی ایمان موجود ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسا تصور تک نہیں کر سکتا۔

ہرچند کہ حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابیں ایسے واقعات سے لبریز ہیں جو صحابہ کرام کے اخلاص، صداقت اور ایثار پر شہادت دیتے ہیں۔ تاہم صرف دو مثالیں پیش کی جارہی ہیں جو صحابہ کرام کے اعلیٰ ایمان و ایقان ان کی صداقت و دیانت اور ان کے اخلاص پر سب سے بڑی دلیل ہیں۔

اول: بخاری، اور دیگر کتب صحاح نیز سیرت و تاریخ کی تمام کتب میں روایت ہے[45] کہ جب رسول اللہ ﷺ کو ہجرت سے کچھ عرصہ قبل ہجرت کی تیاری کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے اس کا تذکرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے سفر کے لئے دو اونٹنیاں خرید لیں اور ان کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم آپہنچا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آگاہ فرما کر اہل مکہ کی امانتیں ان کے حوالے کیں اور فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کے بستر پر سو جائیں اور دوسرے دن کفار کی امانتیں واپس لوٹا کر مدینہ پہنچ جائیں' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر سے ساتھ لے کر منصوبہ کے مطابق غار ثور میں چلے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں تین روز تک اس غار میں قیام فرمایا۔ اس غار میں پناہ لینے کے منصوبے کا علم نہ صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تھا بلکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا پورا گھرانہ بلکہ ان کے غلام تک بھی ہجرت کے اس منصوبے میں شریک تھے۔ تین روز تک کھانا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے جاتا رہا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ان کا کھانا غار ثور میں پہنچایا کرتی تھیں۔ ان کا غلام عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ بکریوں کا ریوڑ غارِ ثور پر لے جاتا بلکہ سیرتِ ابن ہشام میں ہے کہ وہ جانور ذبح کرکے ان کو گوشت بھی کھلاتا تھا[46] ریوڑ کی آمد سے غار پر آنے جانے والوں کے قدموں کے نشان بھی مٹ جاتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبداللہ بن ابی بکرؓ شام کے وقت اہل مکہ کی کاروائیوں کی اطلاع پہنچاتا۔[47] اس موقعہ پر ہی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عظیم بیٹی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی عظیم ماں کو "ذات النطاقین" کا لقب[48] عطا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا جس کا انہوں نے اس وقت بھی بڑے افتخار سے ذکر کیا، جب اُن کو ان کا بیٹا صلیب پر لٹکا دکھایا گیا[۴۹] محسنِ انسانیت ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسانات کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ آپ ﷺ زندگی کے آخری لمحات تک ان کے احسانات کا ذکر فرماتے رہے۔ یہ تفصیل اس لئے بیان کی گئی ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کا ہر ہر فرد آپ ﷺ کا جاں نثار اور آپ ﷺ کے ساتھ دل و جان سے محبت کرنے والا تھا۔ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ یا ان کے گھرانے کے کسی فرد میں ذرہ بھر بھی نفاق ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کو پکڑوانے اور اسلام کی بیخ کنی کا اس سے بڑھ کر اور کون سا موقع ہو سکتا تھا۔ جب آپ ﷺ غارِ ثور میں چھپے ہوئے تھے۔

ثانی: تمام اُمت اس امر پر متفق ہے کہ موجودہ قرآن جو اس وقت دنیا میں شائع ہے درحقیقت مصحفِ عثمانی ہے اور مصحفِ عثمانی، مصحفِ صدیقی ہی کی نقل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب مرتدین اور مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جنگیں لڑی گئیں تو بہت کثرت سے صحابہ شہید ہوئے۔ جنگِ یمامہ میں بہت سے ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جو حفاظِ قرآن[۵۰] تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآن کو مصحف کی صورت میں جمع کرنے کی تجویز پیش کی اور ان کے مسلسل اور پُرزور اصرار پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تدوین کا حکم دیا۔[۵۱] اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے اپنے وعدے کے مطابق ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ذریعے قرآن کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔ امتِ مسلمہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا یہ احسان قیامت تک فراموش نہیں کر سکتی۔ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ منافق ہوتے تو انہیں قرآن کو جمع کر کے مدون کرنے کے ساتھ کون سی دلچسپی ہو سکتی تھی بلکہ ان کے لئے قرآن کو ضائع کرنے اور اس کو ختم کرنے کا اس سے بڑھ کر اور کون سا موقع ہو سکتا تھا۔

یہ تھے رسول اللہ ﷺ کے سچے جاں نثار رضی اللہ تعالیٰ عن جمیع الصحابہ وارضاھم۔

فریضۂ شہادتِ حق اور صحابہ

زمانہ جدید میں تمام مستشرقین اور احساسِ کمتری کا شکار مستغربین اپنی تمام تر توجہات اس امر پر مرکوز کیے ہوئے ہیں کہ کس طرح مسلمانوں کے دلوں سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور عقیدت کو ختم کیا جائے۔ اس عداوت اور قلمی جنگ میں بعض ناعاقبت اندیش مسلمان بھی شریک ہیں۔ انتہائی جدید پروپیگنڈے، نفسیاتی حربوں اور منطقی مغالطوں کے ذریعے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام کی کردار کشی کی جا رہی ہے تاکہ اسلامی قانون کے دوسرے ماخذ، سنتِ نبوی کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا جائے۔ بعض نام نہاد محققین کی تصنیفات درآمد ہو رہی ہیں جن میں تحقیق کے نام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیچڑ اچھالا گیا ہے۔ خاص طور پر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو لالچی، خوشامدی، مداہنت کیش، جاہ پسند اور خلفائے بنی امیہ کی خوشامد میں حدیثیں گھڑنے والا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا ہے۔ تاکہ سنتِ نبوی پر بھرپور ضرب لگائی جائے۔ مگر ان کی مذموم کوششوں کے علی الرغم، تمام ذخیرۂ حدیث بلکہ صرف بخاری و مسلم ہی میں ایسے ناقابل تردید شواہد موجود ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ صحابہ کرام نے کبھی شہادتِ حق کو ادا کرنے سے کوتاہی نہیں کی۔ انہوں نے اہل اقتدار کے سامنے کبھی مداہنت سے کام نہیں لیا اور نہ دین پر انہوں نے اہل اقتدار سے سمجھوتہ کیا ہے۔ وہ تو خیر عزیمت کا پہاڑ تھے، ان کے ادنیٰ غلاموں تک نے اقتدار کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔

تاریخِ اسلام میں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام ابن القیمؒ اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی عزیمت اس کی درخشندہ مثالیں ہیں۔ صحابہ و تابعین کو اس راہ میں بے شمار صبر آزما مصائب اور ابتلاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بسا اوقات انہیں اپنی جان تک کی قربانی دینا پڑی۔ سنت کے صحیح ترین مآخذ سے چند واقعات مثال کے طور پر پیش خدمت ہیں:

امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں کہ مروان بن حکم نے جب عیدین میں نماز عید سے قبل خطبہ دینے کی ابتدا کی تو ایک شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا "خطبہ سے قبل نماز ہے" حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے جو اس موقع پر موجود تھے، فرمایا: اس شخص نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا جو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کے ذمے تھا۔ آپؐ نے فرمایا من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک أضعف الایمان۔ تم میں سے جو کوئی شخص برائی دیکھے، وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل ڈالے، اگر یہ استطاعت نہ ہو تو زبان سے اور اگر یہ بھی طاقت نہ ہو تو اس برائی کو دل میں بُرا سمجھے، (اور دل میں اس کو بدلنے کا عزم رکھے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔"[۵۲] امام مسلمؒ ایک اور روایت میں نقل کرتے ہیں کہ اس معاملے میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مروان سے کھینچا تانی بھی ہوئی۔ آخر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے۔[۵۳]

رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع طعام صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا، چنانچہ آپ ﷺ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانہ میں صدقہ فطر جَو، جَو کا آٹا، کھجور، اور کشمش وغیرہ سے دیا جاتا تھا۔ اور یہی چیزیں آپ ﷺ کے زمانے میں حجاز میں عام لوگوں کے طعام کے طور پر معروف تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں جب گندم عام ہوگئی اور شامی گندم حجاز میں کثرت سے درآمد کی جانے لگی اور ایک صاع جَو یا کھجور کے بدلے نصف صاع گندم عام دستیاب ہونے لگی تو امیر معاویہؓ نے کھجور اور گندم کے اسی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے فطرانے کے لئے گندم کا نصف صاع مقرر کردیا۔ مگر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہؓ کے اس حکم نامے پر سختی سے نکیر کی اور فرمایا: میں تو وہی فطرانہ دیتا رہوں گا جو میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیتا رہا ہوں (۵۴)

امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مروان نے خطبہ دیا۔ اس میں اس نے مکہ مکرمہ اور اہل مکہ کی فضیلت بیان کی اور مکہ مکرمہ کی حرمت کا ذکر کیا۔ مدینہ اور اہل مدینہ کے بارے میں کچھ نہ کہا، اس موقع پر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے پکار کر اس سے کہا "میں تجھ سے کیا سن رہا ہوں تو مکہ مکرمہ اور اہل مکہ کی فضیلت اور مکہ کی حرمت کے بارے میں تو بتا رہا ہے مگر تو نے مدینہ منورہ اور اہل مدینہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کو بھی حرم قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہمارے پاس خولانی چمڑے پر لکھا ہوا موجود ہے۔ اگر چاہو تو میں تجھے پڑھ کر سنا سکتا ہوں" (۵۵)

امام بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں نے روایت کی ہے کہ جب عمرو بن سعید نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی، تو ایک صحابی ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا کہ فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور دل نے آپ ﷺ کے ارشاد کو محفوظ رکھا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

> "اللہ تعالیٰ نے مکہ کو محترم ٹھہرایا ہے، لوگوں نے کبھی اس کی حُرمت کا خیال نہیں کیا جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لئے جائز نہیں کہ اس کے اندر خون بہائے یا اس کے درخت کاٹے" (۵۶)

امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کھڑے ہو کر تعریضاً فرمایا:

> "اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو اندھا کردیا ہے جس طرح وہ ان کو بینائی سے محروم کردیتا ہے وہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں" ایک شخص نے کھڑے ہو کر پکار کر کہا "تو بڑا اُجڈ (جِلفٌ) ہے، متعہ تو امام المتقین کے زمانے میں بھی ہوتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا" (۵۷)

امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مدینہ میں مروان بن حکم کے گھر میں داخل ہوئے تو وہاں انہوں نے ایک مصوّر کو دیکھا جو تصویر بنا رہا تھا۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو میری مانند تخلیق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ ایک دانہ اور ایک ذرہ ہی پیدا کرکے تو دکھا دے" (۵۸)

امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے صحن میں مروان بن الحکم کے ساتھ تشریف فرما تھے، انہوں نے فرمایا:

"میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں میری امت ہلاک ہوگی اور اگر تو چاہے تو تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ بنی فلاں اور بنی فلاں سے" (۵۹)

یہی نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف بنی امیہ ہی کو ان کے غلط کاموں پر ٹوکتے تھے۔ ہمیں خلفائے راشدین کے عہد میں بھی ایسے بہت سے شواہد ملتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو بھی ٹوک دیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت حسن بصریؒ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمنی چادروں سے بنے ہوئے جوڑے (حُلّے) پہننے سے منع کرنا چاہا کیونکہ ان کی اطلاع کے مطابق ان کو رنگنے میں پیشاب استعمال ہوتا تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا:

"آپ کو ایسا کرنے کا کوئی اختیار نہیں، ان چادروں کے بنے ہوئے لباس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہنا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم بھی پہنتے رہے ہیں" (۶۰)

ایک دفعہ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کی حدیث سنائی تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے سختی سے کہا کہ وہ اس پر گواہ لائیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تائید کی اور ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا "اے عمر رضی اللہ عنہ! اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عذاب نہ بنئے" (۶۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے غضیف بن الحارث صحابی کو پیغام بھیجا کہ "ہم نے لوگوں کو جمعہ کے روز منبر پر ہاتھ اٹھانے اور صبح اور عصر کی نماز کے بعد قصے سننے پر جمع کردیا ہے۔" انہوں نے جواب میں فرمایا: "یہ دونوں تمہاری بدعات ہیں۔ میں ان میں سے کسی چیز کے بارے میں تمہاری تائید نہیں کرسکتا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے، تو اس جیسی ایک سنت اٹھالی جاتی ہے۔ اس ایک سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا، ایک بدعت کی ایجاد سے بہتر ہے" (۶۲)

ان طویل اقتباسات کو پیش کرکے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بلا خوف اور بغیر کسی مداہنت کے دین کو آئندہ نسلوں تک منتقل کیا اور اس بارے میں کسی ملامت اور مصیبت و ابتلا کی پرواہ نہیں کی۔ بنابریں فقہاء کی ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماعِ سکوتی کو حجت مانتی ہے اور اجماعِ سکوتی سے مراد یہ ہے کہ صحابی نے کسی مسئلہ میں کوئی فتویٰ دیا۔ بلادِ اسلامیہ میں اس کی شہرت اور اشاعت بھی ہوئی مگر کسی اور صحابی یا تابعی مجتہد نے اس پر تنقید نہیں کی، تو ان فقہاء کے نزدیک اس طرح گویا اس مسئلہ پر عدمِ اختلاف قرار پایا۔

صحابہ کرام کے مراتب

تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، علمائے کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ (۶۳) سابقین و اولین دیگر تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ (۶۴)

سابقین و اولین سے کون لوگ مراد ہیں؟ صحابہ ہیں جنہوں نے قبلتین کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی، بعض کی رائے ہے کہ یہ وہ اصحاب ہیں جنہوں نے بیعتِ رضوان میں حصہ لیا (۶۵) یہ تمام امور مجموعی طور پر درست ہیں مگر قرآن مجید نے جس انداز میں اس فضیلت کو ذکر کیا ہے اس سے مراد وہ اصحابِ کرام ہیں جنہوں نے ہجرت کی یا ان مہاجرین کو پناہ دی، یہی لوگ ہیں جن کو اسلام لانے میں سبقت حاصل ہے۔ بنابریں یہی حضرات سابقین اور اولین میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انتہائی کٹھن اور صبر آزما حالات میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر ایمان لائے۔ راہِ اسلام میں ان کو سخت اذیتیں دی گئیں۔ ان کو ستایا گیا۔ پھر یہ لوگ آپ ﷺ کے حکم پر اپنے وطن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ ہر نازک گھڑی میں رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی نُصرت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ اللہ کے راستے میں اپنے جان و مال کو خرچ کیا۔ اپنے والدین اور اپنی اولاد تک کو اللہ کے راستے میں قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ قوتِ ایمان اور دین کی خیر خواہی کے اعلیٰ ترین مدارج پر فائز ہوئے۔

تاہم فضیلت و مراتب میں تفاوت کے باوجود بقول علامہ ابنِ حزم اندلسیؒ تمام صحابہ کرام جنّتی ہیں (٦٦) وہ اپنے اس مؤقف پر قرآن کریم سے جو دلیل لاتے ہیں، وہ بہت قوی اور ناقابل تردید ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لَا يَسْتَوِىْ مِنكُم مَّنْ اَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ (٦٧)

"تم میں سے جس نے فتح مکہ سے قبل اللہ کے رستے میں خرچ کیا اور جہاد کیا (اور جس نے یہ کام بعد میں کئے) وہ برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے بڑھ کر ہے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا اگرچہ اللہ نے سب کے ساتھ بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے"

بھلائی کا وعدہ کیا ہے؟ وہ لوگ جن کے لئے اللہ تعالیٰ بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے، ان کے بارے میں قرآن مجید میں اس طرح وضاحت فرمائی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴾

"جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی الحسنیٰ) کا وعدہ کر رکھا ہے، انہیں اس (جہنم) سے دور رکھا جائے گا" (٦٨)

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَّلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ﴾

"وہ لوگ جنہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے بھلائی ہے اور مزید بھی۔ ان کے چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی نہ ذلت" (٦٩)

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ﴾ (٧٠)

"وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو قبول کیا انکے لئے بھلائی ہے"

گویا ان تفاوتِ مراتب کے باوجود فتح مکہ سے قبل ایمان لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ نے "الحسنی" یعنی بھلے انجام کا وعدہ فرمایا ہے اور آخرت میں جس کا انجام اچھا ہو وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ گذشتہ تمام ارشاداتِ قرآنی سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم عام لوگ نہ تھے بلکہ مشیتِ الٰہی نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کے لئے چن لیا تھا۔ اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کی بھاری ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ جس کو انہوں نے احسن طریقے سے نبھایا۔

صحابہ معیارِ حق ہیں

جمہور اُمت کے نزدیک صحابہ کرام معیارِ حق ہیں۔ معیار کیا ہے؟ معیار اس پیمانے یا ترازو کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعے ہم دینار کے خالص ہونے کا اندازہ کرتے ہیں۔ "عیار" دینار و درہم کے سانچے اور ٹھپے کو بھی کہا جاتا ہے۔ گویا اس سانچے میں جب پگھلا ہوا سونا یا چاندی ڈال دیئے جائیں تو وہ اس عیار کی شکل میں ڈھل جائیں گے۔ اسی طرح عیار اور معیار صراف یا سنار کی اس کسوٹی کو بھی کہا جاتا ہے جس پر وہ سونے کو رگڑ کر اس کے رنگ کو دیکھ کر اس کے خالص ہونے یا اس میں ملاوٹ کی مقدار کا اندازہ لگاتا ہے۔

عقیدہ، ایمان، عمل صالح، گناہ اور ثواب کی حدود قرآن نے خود متعین کر دی ہیں لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں جس کی بنا پر وہ ہمارے لئے عقیدہ وضع کرے یا اپنی طرف سے ایمانیات کی حدود متعین کرے یا وہ اپنی صوابدید پر یہ فیصلہ کرے کہ فلاں کام ثواب ہے اور فلاں کام گناہ۔ اپنی صوابدید اور قیاسات پر عقائد گھڑنا، اعمال کی حدود اور قوانین وضع کرنا درحقیقت بدعت اور گمراہی ہے اور بسا اوقات شرک کے زمرے میں آتا ہے اسی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے امت کو ان الفاظ میں متنبہ فرمایا ہے: من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو ردّ [۷۱] "جو کوئی ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرتا ہے، جو اس میں سے نہیں تو وہ رد کر دینے کے قابل ہے" ایک روایت میں یوں آتا ہے: من عمل عملا لیس علیه امرنا فھو رد "جو کوئی ایسا کام کرتا ہے جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ رد کرنے کے قابل ہے" [۷۲]

درحقیقت صحابہ کرام کے معیار ہونے کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور آپ ﷺ کی تربیت خاصہ کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عقیدہ و عمل کے متعلق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحی الٰہی کی متعین کی ہوئی حدود کا کامل شعور اور پوری آگہی حاصل تھی۔ عمومی طور پر ان کا عقیدہ و عمل وہی تھا جس کے خطوط قرآن نے مقرر کیے تھے، جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرامؑ اور آخر میں رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تمام قوموں پر گواہ بنا کر پیش کیا ہے۔ ان کے عقیدہ و عمل کے شعور اور فہم کو لوگوں کے لئے معیار بنایا ہے۔
چنانچہ قرآن مجید نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ (۷۳)

"اگر وہ ویسا ہی ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لائے ہو تو انہوں نے راہِ ہدایت پالی"

اگر ان میں عقیدہ اور ایمان کا شعور کامل نہ ہوتا اور انہوں نے اپنے عقیدے اور ایمان کو اپنی زندگیوں میں نہ سمویا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کی مانند ایمان لانے والوں کو ہدایت یافتہ قرار نہ دیتا اور ان کو خالص ایمان کی مثال کے طور پر دنیا کے سامنے پیش نہ کرتا۔ کسی صفت میں تشبیہ دینے کے لئے صرف اسی چیز یا معنی کو مشبہ بہ کے طور پر منتخب کیا جاتا ہے جس کے اندر یہ صفت مسلّم ہو اور بدرجہ اَتم پائی جاتی ہو۔ گویا کسی چیز میں اس صفت کی مقدار کا تصور دلانے کے لئے مشبہ بہ کو پیمانے اور معیار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ تشبیہ کے ذریعے ہم مشبہ بہ میں اس صفت کی کثرت یا قلت کا تصور کر لیتے ہیں۔

قرآن نے غیر مبہم اسلوب اور الفاظ میں یہ عقیدہ بیان کر دیا کہ نفع و نقصان صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طواف کرتے ہوئے بوسہ دیتے وقت حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا:

إني اعلم أنك حجر لا تضرّ ولا تنفع ولو لا اني رأيت النبي ﷺ يقبّلك ما قبّلتك

"مجھے علم ہے کہ تو محض ایک پتھر ہے، تو کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ہرگز نہ چومتا" (۷۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا باآواز بلند یہ بات کہنا درحقیقت قرآن کے متذکرہ بالا عقیدے کی تفہیم ہے۔ یہ تفقہ اور فہمِ دین ان کو رسول اللہ ﷺ کی تربیت سے حاصل ہوا۔ وہ شخص جسے رسول اللہ ﷺ کی تربیت حاصل نہ ہوئی ہو، اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ حجر اسود کی تعظیم اس لئے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے کہ وہ کسی نفع و نقصان کا اختیار رکھتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ غلط فہمی رفع کردی۔ یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ایک عمل روایت کرنے کے ساتھ اس کی توضیح بھی کردی۔ گویا یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فہم معیار ہے اور ان کی یہ تفہیم بعد میں آنے والوں کے لئے حجت ہے۔ قرونِ متاخرہ میں کوئی شخص طواف کے دوران حجرِ اسود کو چومنے کی کوئی بھی توجیہ کرتا ہے تو وہ توجیہ ہرگز حجت نہیں۔

صحابہ کرام کے اسی فہم اور تفقہ فی الدین، اور قرآن مجید میں ان کے لئے ثنائے حسن کے بنا پر کسی مسئلہ میں ان کے اتفاق اور اجماع کو حجت تسلیم کیا گیا ہے اور اس بارے میں سوائے معدودے چند اہلِ بدعت کے کسی کو اختلاف نہیں۔

ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ فقہ میں سے ہر امام کی فقہی آراء کی منہاج، ان کے اپنے شہر میں موجود صحابہ و تابعین کے فتاویٰ اور فقہی آراء پر مبنی ہے۔ چنانچہ عام طور پر تمام فقہاء اور بالخصوص ائمہ اربعہ صحابی کے فتویٰ اور قول کو حجت قرار دیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل ؒ اور امام مالک ؒ تو بہت کثرت سے فتاویٰ صحابی سے استناد کرتے ہیں۔ امام مالک ؒ تو اہلِ مدینہ کے تعامل کو محض اس لئے اہمیّت دیتے ہیں کہ مدینہ میں تمام شہروں سے زیادہ صحابہ کرام موجود رہے ہیں۔ امام مالک کی کتاب "المؤطأ" کا دو تہائی حصہ صحابہ و تابعین کے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ اس طرح مصنف عبدالرزاق ؒ، مصنف ابی بکر ابن ابی شیبہ ؒ، علامہ ابن حزم ؒ کی "المحلّٰی" اور ابن قدامۃ کی "المغنی" فتاویٰ صحابہ کے سب سے بڑے ماخذ ہیں۔

علامہ ابن القیم ؒ نے اپنی معرکۃ الاراء کتاب "اعلام المو قّعین" میں جمہور فقہاء کے اس موقف کو چھیالیس (۴۶) دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ (۷۵) جن کا ذکر یہاں ممکن نہیں۔ تاہم علامہ ابن القیم ؒ نے اس مسئلہ کو نہایت عمدہ طریقے سے اور بہت خوبصورت اسلوب میں بیان کیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال سنت کے بہت قریب ہیں۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر رقم طراز ہیں:

> "صحابی جب کوئی بات کہتا ہے یا وہ کسی مسئلہ پر حکم لگاتا ہے یا پوچھنے پر کوئی فتویٰ دیتا ہے تو وہ بعض مدارجِ فہم میں ہم پر فوقیت رکھتا ہے اور بعض مدارک ایسے ہیں جن میں ہم صحابی کے ساتھ اشتراک رکھتے ہیں اور جس امر میں صحابی کو ہم پر فوقیت حاصل ہے، وہ ہے صحابی کے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان قدسی سے اس بات کے سننے کا قوی امکان موجود ہونا یا یہ امکان بھی ہو سکتا ہے کہ اُس نے کسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صحابی کے توسط سے یہ قول رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا ہو۔ کیونکہ ہمارے مقابلے میں ان کو انفرادی طور پر جو علم حاصل ہے، وہ اس قدر زیادہ ہے کہ اس کا احاطہ ممکن نہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک نے جو کچھ آپ ﷺ سے اخذ کیا ہے وہ تمام کا تمام روایت نہیں کیا۔ چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو احادیث روایت کی گئی ہیں ان کو اس علم سے کیا نسبت ہو سکتی ہے جو درحقیقت انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا ہو گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سو (۱۰۰) احادیث بھی روایت نہیں کی گئی۔ حالانکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں کبھی غیر حاضر نہیں رہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات ان سے چھپی ہوئی تھی۔ جب آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا اس وقت سے لے کر ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے بلکہ بعثت سے قبل بھی آپ ﷺ کے ساتھی تھے اور وفات تک آپ ﷺ کے ساتھ رہے، اس لئے وہ آپ ﷺ کے قول و فعل، آپ ﷺ کے طریقے اور آپ ﷺ کی سیرت کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ یہی حال دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا........ لہٰذا صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتویٰ میں مندرجہ ذیل چھ صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہو گی۔" ———

اول: صحابی نے یہ بات خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہو۔

ثانی: یا اس نے یہ بات کسی ایسے صحابی رضی اللہ عنہ سے سُنی ہو جس نے رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس سے سنی ہو۔

ثالث: اس نے اس فتویٰ کو کتاب اللہ کے کسی ایسے نکتہ سے اخذ کیا جو ہم پر مخفی رہ گیا ہو

رابع: ہماری طرف صرف اسی قول کو منتقل کیا، جن پر ان کا فتویٰ تھا اور جس پر ان کا اتفاق تھا۔

خامس: لغت، دلالتِ لفظ، قرائنِ حال یا مجموعی اعتبار سے وہ وجدان جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طویل زمانہ تک مسلسل مصاحبت، آپ ﷺ کے افعال، احوال اور سیرتِ طیبہ کے مشاہدے، آپ ﷺ کے کلام کے سماع، آپ ﷺ کے مقاصد کے علم، تنزیل وحی کے شہود اور اس وحی کی عملی تفسیر کے مشاہدے حاصل ہونا۔ بنابریں صحابی رضی اللہ عنہ نے وہ کچھ سمجھ لیا جو ہم نہ سمجھ سکے۔

سادس: اور چھٹی صورت یہ ہے کہ اگر صحابی کا فہم آپ ﷺ کی کسی حدیث پر مبنی نہ ہو یا کسی غلط فہمی پر مبنی ہو تو ایسا فرض کر لینے پر صحابی کا قول حجت نہ ہو گا۔ تب اس کی اتباع بھی ضروری نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گا مگر یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ چھٹی صورت کی نسبت پہلی پانچ صورتوں کا احتمال غالب ہے اور کوئی صاحبِ عقل اس بارے میں شک نہیں کر سکتا۔ اس لئے غالب اور قوی امکان یہی ہے کہ صحابی کا قول اور فتویٰ شریعت کے مطابق اور درست ہو اور اس کے برعکس بعد میں آنے والوں کا وہ فتویٰ جو صحابی کے فتویٰ کے خلاف ہے، درست نہ ہو۔ (۷۶)

علامہ ابن القیمؒ کی بیان کردہ اس چھٹی صورت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابی کا قول علی الاطلاق حجت نہیں۔ علامہ شوکانیؒ نے "ارشاد الفحول" میں اسی چھٹی صورت پر زور دیتے ہوئے صحابی کے قول کی حجیت کو رد کیا ہے۔ (۷۷) چنانچہ جب نہایت قوی اور علمی دلائل کے ذریعے یہ معلوم ہو جائے کہ صحابی کا فتویٰ اور قول کسی روایت کے بغیر یا کسی منسوخ حکم یا کسی غلطی پر مبنی ہے تو اس صورت میں صحابی کے قول پر عمل کرنا ہم پر لازم نہیں۔ صحابہ کرام کے ایسے بہت سے فتاویٰ موجود ہیں جو ظاہر سنت کے خلاف ہیں اور اس اختلاف کی وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ اس خلاف کی توجیہ میں علامہ ابن تیمیہؒ نے ایک مستقل رسالہ تحریر کر کے ان سے مخالفتِ سنت کا الزام رفع کیا ہے (۷۸) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار اور حجت ہونے کے بارے میں وہی مسلک معتدل ہے جسے امام مالکؒ، امام احمدؒ اور دیگر محدثین اور فقہاء نے اختیار کیا ہے۔

دوسری صدی کے نصف اول میں بنوامیہ کی حکومت کے خاتمے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں روافض، نواصب اور دیگر بدعتی گروہوں کی زبانِ طعن دراز ہو گئی۔ یہ گروہ منطقِ یونان کے جدید ہتھیار سے بھی مسلّح ہو گئے۔ لہٰذا ان کے عقائد سے لوگ متاثر ہونے لگے۔ تب اہل علم نے عقائد کے پہلو پر خصوصی توجہ دی۔ جمہور مسلمانوں کے عقائد کو منظم اور مرتّب صورت میں پیش کرنے کی ابتدا کی۔ جس میں صحابہ کے ساتھ موالات کے بارے میں خاص طور پر ایک باب بھی شامل کیا گیا۔ غالباً اس موضوع پر لکھی جانے والی اولین کتاب "الفقہ الاکبر" ہے جس کو امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد عقائد کی توضیح و تشریح میں اور کتابیں بھی تصنیف ہوئیں۔ محدثینِ کرام خصوصاً امام بخاریؒ، امام مسلمؒ نے حدیث کی کتابوں میں عقائد کی احادیث کو مخصوص ابواب میں جمع کیا اور اہل سنت و حدیث کے عقائد کے لئے دلائل فراہم کئے۔

تیسری صدی کے اواخر میں عقائد پر ایک کتاب تصنیف ہوئی جو تب سے اب تک تمام اسلام دنیا کے اکثر مدارس میں اسلامی عقائد کی تفہیم کے لئے شاملِ نصاب ہے یہ کتاب "العقیدۃ الطحاویۃ" ہے جسے امام طحاویؒ نے مرتب کیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تمہید کے بعد آیئے ہم دیکھیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں سلف کا عقیدہ کیا تھا۔ امام طحاویؒ لکھتے ہیں:

"ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحابِ کرام سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں افراط اور غلو سے کام نہیں لیتے اور نہ ان میں سے کسی سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، جو ان سے بغض رکھتا ہے اور ان کو برائی سے یاد کرتا ہے، ہم اس سے بغض رکھتے ہیں، ہم ان کو بھلائی سے یاد کرتے ہیں، ان سے محبت رکھنا دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر، نفاق اور طغیان ہے" (۷۹)

مذکورہ عبارت پر عقیدۂ طحاویہ کے شارحین نے تقریباً وہی دلائل دیئے ہیں، جنہیں گذشتہ سطور میں پیش کیا جاچکا ہے۔ ان کو بھلائی سے یاد کرنے اور ان کے بارے میں دل کو بغض اور کینہ سے صاف رکھنے کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (۸۰)

"اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور اہل ایمان کے بارے میں ہمارے دلوں میں بغض و کینہ نہ رکھ۔ بے شک تو مہربان اور رحم کرنے والا ہے"

بنابریں صحابہ کرام کے بارے میں ہمیشہ کلمہ خیر ہی کہنا چاہیے۔ مستشرقین کے طرز و اسلوب پر محقق بن کر ان سے کسی کو منافق، عیار، چالاک، سازشی اور اس قسم کے دیگر نازیبا کلمات کہنے سے کلی طور پر گریز کرنا چاہیے۔ واضح رہے کہ اس دور کا تاریخی مطالعہ محض مطالعۂ تاریخ ہی نہیں بلکہ ان مقدس ہستیوں کے قول و عمل کے ساتھ ہمارے عقائد و اعمال بھی وابستہ ہیں۔ قرآن و سنت ہمیں انہی کے توسط سے ملے ہیں۔

صحابہ کرام کو سبّ و شتم کا نشانہ بنانا

صحابہ کرام کو سب و شتم اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا انتہائی درجے کی احسان فراموشی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار حقیقتِ قرآن کا انکار ہے۔ قرآن میں آتا ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِذْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾ (۸۱)

"جب اس نے (یعنی رسول اللہ ﷺ نے) اپنے ساتھی سے فرمایا: غم نہ کر، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

قرآن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی تصریح کرتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" (۸۲) کے اواخر میں صحابہ کرام کی شان میں سب و شتم کے احکام کے لئے ایک باب مخصوص کیا ہے۔ چنانچہ وہ قاضی ابو یعلی حنبلیؒ کے حوالے سے اس امر پر اجماع نقل کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اس قذف کا اعادہ کرنا، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری قرار دیا ہے، کفر ہے۔

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ صحیح ترین مسلک یہ ہے کہ امہاتُ المومنین میں سے کسی پر بھی قذف لگانا کفر ہے کیونکہ یہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور سبّ و شتم کے مترادف ہے اور یہ آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا ہے (۸۳) اور آپ ﷺ کو ایذا رسانی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾ (۸۴)

"بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے رُسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو کوئی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دے اس کو کوڑے لگائیں جائیں اور جو کوئی حضرت عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے، اس کی سزا موت ہے۔ (۸۵) قرآن نے جناب عائشہ صدیقہؓ کو "طیّبہ" (پاک) کہا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ﴾ (۸۶)

"ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے، پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے، اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ یہ پاک لوگ ان باتوں سے بری ہیں جو یہ بدگو لوگ ان کے بارے میں کرتے ہیں۔"

لہٰذا ازواجِ مطہرات و طیبات کے بارے بدگوئی کرنا درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی شان میں بدگوئی کرنا ہے، یہ کفر اور ارتداد ہے اور اس کی حدّ قتل ہے۔ ایک دفعہ اہل بیت کے داعی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسن بن زید بن علی بن الحسینؒ کی موجودگی میں ان کی جماعت میں کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بدگوئی کی تو انہوں نے اسے قتل کروا دیا اور فرمایا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں طعن کیا ہے اور پھر یہ آیت پڑھی ﴿ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ............ ﴾ الخ۔[87] اس طرح ان کے بھائی محمد بن زید بن علیؒ نے ایک ایسے ہی بدگو شخص کو خود لٹھ مار کر ہلاک کیا[88]

ازواجِ مطہرات کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ و شتم کرنے والے کو امام احمدؒ نے کوڑے لگانے کا حکم دیا۔[89] امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ امیر معاویہؓ کو گالی دینے والے کو کوڑے لگوائے تھے۔[90] وباللہ التوفیق وھو المستعان!

حوالہ جات:

۱۔ مصباح اللغات (عربی اردو) ص ۴۶۰ مادہ صحب ——— ۲۔ تیسیر مصطلح الحدیث ڈاکٹر محمود طحان ص ۱۹۷ تدریب الراوی للسیوطی ۲/۲۰۹ ——— ۳۔ الباعث الحثیث ص ۱۷۹۔ فتح الباری ۷/۳۔ توضیح الافکار (محقق محی الدین عبدالحمید کا تحقیقی نوٹ) ۲/۴۲۷ ——— ۴۔ الباعث الحثیث ص ۱۸۰۔ تدریب الراوی ۲/۲۱۱ ——— ۵۔ الباعث الحثیث ص ۱۸۰ ——— ۶۔ صحیح البخاری مع فتح الباری ۷/۳ ——— ۷۔ صحیح البخاری ۷/۳ ——— ۸۔ صحیح البخاری ۷/۳ ——— ۹۔ صحیح البخاری ۷/۲۱ ——— ۱۰۔ البقرۃ ۔ ۱۴۳ ——— ۱۱۔ آل عمران ۔ ۱۱۰ ——— ۱۲۔ لسان العرب مادہ عدل ——— ۱۳۔ الانعام ۔ ۱۵۲ ——— ۱۴۔ البقرۃ ۔ ۱۲۳ ——— ۱۵۔ الانعام ۔ ۱ ——— ۱۶۔ الانفطار ۔ ۷ ——— ۱۷۔ الباعث الحثیث ص ۹۳ ——— ۱۸۔ الفتح ۔ ۲۹ ——— ۱۹۔ الحشر ۔ ۸ ——— ۲۰۔ الحشر ۔ ۹ ——— ۲۱۔ التوبۃ ۔ ۱۰۰ ——— ۲۲۔ الفتح ۔ ۱۸ ——— ۲۳۔ التوبۃ ۔ ۷۲ ——— ۲۴۔ التوبۃ ۔ ۲۰۔۲۱ ——— ۲۵۔ التوبۃ ۔ ۸۸،۸۹ ——— ۲۶۔ الانفال ۔ ۷۴ ——— ۲۷۔ الانفال ۔ ۷۵ ——— ۲۸۔ الانفال ۔ ۷۲ ——— ۲۹۔ مسند الامام احمد (بتحقیق احمد محمد شاکر) حدیث رقم ۳۳۲۱، ۲۹۸۹، ۲۹۲۹، ۲۴۶۳ ——— ۳۰۔ مسند الامام احمد حدیث رقم ۶۶۵۰م۔ ۴۰۹۰، ۴۴۲۸، ۳۸۸۱ ——— ۳۱۔ اخبار مکۃ ۔ ۲/۱۵۳ للازرقی ——— ۳۲۔ اخبار مکۃ ۲/۱۵۵ ——— ۳۳۔ البقرۃ ۔ ۱۳۷ ——— ۳۴۔ الحجرات ۔ ۷ ——— ۳۵۔ الاحزاب ۔ ۲۲ ——— ۳۶۔ الاحزاب ۔ ۳۳ ——— ۳۷۔ تفہیم القرآن ۴/۹۳ ——— ۳۸۔ صحیح البخاری مع فتح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الباری ۷/۳۴۷ ـــــ ۳۹۔ آل عمران۔ ۱۷۳،۱۷۴ ـــــ ۴۰۔ صحیح البخاری ۷/۳۷۳ ـــــ ۴۱۔ توضیح الافکار ۲/۴۳۶۔۴۴۲ ـــــ ۴۲۔ توضیح الافکار ۲/۴۴۰۔۴۴۱ ـــــ ۴۳۔ توضیح الافکار ۲/۴۴۳ ـــــ ۴۴۔ فتح الباری (مقدمہ) ۱۴/۴۵۹ ـــــ ۴۵۔ صحیح البخاری ۷/۲۳۰۔ سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۲۶۔ طبقات ابن سعد ۱/۱۔ البدایہ والنہایہ ۳/۱۷۴ زادالمعاد ۲/۱۳۶۔ جوامع السیرۃ ص ۹۰ ـــــ ۴۶۔ سیرۃ ابن ہشام ۲/۱۳۰ ـــــ ۴۷۔ صحیح البخاری ۷/۲۳۲ ـــــ ۴۸۔ صحیح البخاری ۷/۲۳۲ ـــــ ۴۹۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۴/۲۳۰ ـــــ ۵۰۔ صحیح البخاری ۹/۱۰ ـــــ ۵۱۔ صحیح البخاری ۹/۱۰۔ کتاب المصاحف لابن ابی داوٗد ص ۵ تا ص ۸۔ الاتقان ۱/۵۷ ـــــ ۵۲۔ صحیح مسلم (مع شرح النووی) ۲/۲۱ ـــــ ۵۳۔ صحیح مسلم ۶/۱۷۷ ـــــ ۵۴۔ صحیح مسلم ۷/۶۳ ـــــ ۵۵۔ صحیح مسلم ۹/۱۳۵ ـــــ ۵۶۔ صحیح مسلم ۹/۱۲۷ ـــــ ۵۷۔ صحیح مسلم ۹/۱۸۸ ـــــ ۵۸۔ صحیح البخاری (مع فتح الباری) ۱۰/۳۸۵ ـــــ ۵۹۔ صحیح البخاری ۱۳/۹ ـــــ ۶۰۔ فتح الباری ۱۰/۲۷۷ ـــــ ۶۱۔ صحیح مسلم ۱۴/۱۳۴ ـــــ ۶۲۔ فتح الباری ۱۳/۴۵۴۔ مسند الامام احمد ۴/۱۰۵ ـــــ ۶۳۔ الباعث الحثیث ۱۸۳۔ مقدمہ ابن الصلاح ۲۶۸۔ تدریب الراوی ۲/۲۲۲ ـــــ ۶۴۔ الباعث الحثیث ۱۸۳۔ مقدمہ ابن الصلاح ۲۶۹ ـــــ ۶۵۔ الباعث الحثیث ۱۸۴۔ مقدمہ ابن الصلاح ۲۶۹ ـــــ ۶۶۔ المحلّٰی لابن حزم ۱/۴۴ ـــــ ۶۷۔ الحدید۔ ۱۰ ـــــ ۶۸۔ الانبیاء۔ ۱۰۱ ـــــ ۶۹۔ یونس۔ ۲۶ ـــــ ۷۰۔ الرعد۔ ۱۸ ـــــ ۷۱۔ صحیح البخاری ۵/۳۰۱۔ ۱۳/۳۱۷ ـــــ ۷۲۔ صحیح البخاری ۱۳/۳۱۷ ـــــ ۷۳۔ البقرۃ۔ ۱۳۷ ـــــ ۷۴۔ صحیح البخاری ۳/۴۶۲ ـــــ ۷۵۔ اعلام الموقعین ۴/۱۲۳ تا ۱۵۲ ـــــ ۷۶۔ اعلام الموقعین ۴/۱۴۸ ـــــ ۷۷۔ ارشاد الفحول الٰی تحقیق الحق من علم الاصول ص ۲۴۳ ـــــ ۷۸۔ اس رسالہ کا نام "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" ہے۔ اس کے علاوہ علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن قیمؒ نے اپنی تصنیفات میں بے شمار مقامات پر اپنے اس موقف کو دہرایا ہے۔ ـــــ ۷۹۔ العقیدۃ الطحاویہ ص ۵۲۸ ـــــ ۸۰۔ الحشر۔ ۱۰ ـــــ ۸۱۔ التوبۃ۔ ۴۰ ـــــ ۸۲۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔ ۵۶۵ واضح رہے "الصارم المسلول" اولین باقاعدہ تصنیف ہے جو شاتم رسول کی سزائے موت کے موضوع پر لکھی گئی۔ ـــــ ۸۳۔ الصارم المسلول۔ ۵۶۷ ـــــ ۸۴۔ الاحزاب۔۵۷ ـــــ ۸۵۔ الصارم المسلول۔ ۵۶۶ ـــــ ۸۶۔ النور۔ ۲۶ ـــــ ۸۷۔ الصارم المسلول۔ ۵۶۶ ـــــ ۸۸۔ الصارم المسلول۔ ۵۶۷ ـــــ ۸۹۔ الصارم المسلول۔ ۵۶۷ ـــــ ۹۰۔ الصارم المسلول۔ ۵۶۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ